الشعراء تلامیذ الرحمٰن

چمکتی غزلیں

مصنفہ و مؤلفہ

حکیم ولی محمد ولیؔ تلمیذ رشید امام الموحدین فصیح البیان

شاعر مشہور جناب مرزا طاہر بیگ صاحب طاہرؔ مراد آبادی

بار اول ——— ایکہزار ۱۰۰۰

منشی عبدالقدیر کے الماس پریس واقع چھتہ لال میاں دہلی میں چھپیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزل از تصنیف لطیف جناب مرزا طاہر بیگ صاحب طاہر مرادآبادی

عرصۂ حشر میں غل ہے کہ قیامت آئی — کیوں نہ آتی تری ٹھوکر کی بدولت آئی
شام غم لیکے یہ اک اور مصیبت آئی — ڈالکر منہ پہ نقاب شب فرقت آئی
ہائے کب یاد انھیں رسم عیادت آئی — جب مجھے آخری ہچکی دم رحلت آئی
شکوۂ یار کیا کچھ نہ خدا کے آگے — پھر بھی معشوق تھا آنکھوں میں مروت آئی
آنکھ کیا اس نے لڑی دل ہی گیا ہاتھوں سے — خوب رستے میں لٹے اچھی طبیعت آئی
یار کی حشر خرامی پہ فدا ہونے کو — ہاتھ باندھے ہوئے محشر میں قیامت آئی
نقد دل لیکے گئے تھے کہ پرکھیں جاکر — آج اسے توڑ کے بھیجا ہے یہ قیمت آئی
مصحف رخ کی تلاوت میں جو خال آئی نظر — وقف لازم ہے یہ سمجھو کوئی آیت آئی
دیکھکر تیرگی قبر کو میں سہم گیا — یہ سمجھکر کہ بلائے شب فرقت آئی

ضعف سے لکنت بھی زباں میں پیدا
ٹکڑے ہو ہو کے مرے لب پہ شکایت آئی

وہ بھی ہوں گے کہ جنہیں عیش خدا نے بخشا
میرے لکھے میں تو پھوٹی ہوئی قسمت آئی

میں وہ ناکامِ اجل ہوں کہ مرے بالیں پر
موت بھی آئی تو کرنے کو عیادت آئی

شعر کہنے کو تو کہہ لیتے ہیں طاہر لیکن
نہ بلاغت ابھی آئی نہ فصاحت آئی

غزل دیگر از تصنیف موصوف الصدر

قیامت تھی مرے مدفن پہ ٹھوکر اس ستمگر کی
ملے تختے لحد لرزی فلک کانپا زمیں سرکی

غضب بانکی ادائیں ہیں قیامت ہیں اس ستمگر کی
اجل ہے ایک غمزے کی قیامت ایک ٹھوکر کی

نزاکت سے وہ شکلِ برگِ گل کانٹے ہیں تن میں
نقاہت نے مجھے سلوٹ بنا رکھا ہے بستر کی

سر بالیں اب آ جاؤ کہ پتھرانے لگیں آنکھیں
دم آخر عیادت کی تو پھر کیا خاک پتھر کی

اُجاڑا دین و ایماں کو بتوں نے کعبۂ دل سے
یہ دولت دن دہاڑے لوٹ لی اللہ کے گھر کی

کھلا گھونگٹ تو عارض کو چھپایا زلف نے بڑھ کر
نہ نکلی دید کی حسرت جو یہ اٹھا تو وہ سرکی

یہ سر جو آج مقتل میں پڑا ہے تیرے ٹھوکر پر
ستمگر تو نے کل کھائی تھیں قسمیں میرے سر کی

خرام ناز سے ہلچل پڑی گور غریباں میں — قیامت نے ادب سے یار کی تعظیم اُٹھکر کی

بتوں نے یہ غضب ڈھائے ہیں ظاہر یہ ستم توڑے
کہا اللہ والوں نے دُہائی ہے پیمبر کی

غزل دیگر

ساتھ اغیار کے وہ غیرتِ گلزار بھی ہے — یہ مثل سچ ہے جہاں گل ہے وہاں خار بھی ہے
انکے مژگاں کی تری ابروئے خمدار بھی ہے — تیر کے ساتھ چمکتی ہوئی تلوار بھی ہے
کھاتا ہوں شام و سحر انکی گلی میں چکر — پاؤں کا پاؤں ہے پرکار کی پرکار بھی ہے
غیر کے ساتھ اُسے بھی تو بلائے گھر میں — سنگدل کوئی تڑپتا پسِ دیوار بھی ہے
جھانک لے کیسے کوئی جھانکنے والا تجھکو — رخنہ انداز کہیں روزنِ دیوار بھی ہے
یہ عجب بات ہے ملتے بھی ہیں ملتے بھی نہیں — آئے دن پیار بھی ہے روز کی تکرار بھی ہے
چال پر تیرے مٹے جاتے ہیں لاکھوں قاتل — تو ہی قاتل نہیں قاتل تری رفتار بھی ہے
تجھ سے پوچھیں وہ مرا حال تو کہنا قاصد — خواہشِ وصل بھی ہے حسرتِ دیدار بھی ہے
دیکھئے واعظ مکار کی میخواری کو — رہن تسبیح بھی ہے جبہ و دستار بھی ہے

دل لرزتا ہے مرا قبر کے اندھیرے سے　　کنج تنہائی بھی ہے اور شبِ تار بھی ہے

اب کہیں کا نہ رہا عشقِ بتاں میں طاہر
حسرتِ زیست بھی ہے جینے سے بیزار بھی ہے

غزل نبی محمد ولی مؤلف کتاب ہذا

پھر رہا بیہوش میں اس گل کا جلوہ دیکھکر　　پھر چڑھا سر پر جنوں زلفِ چلیپا دیکھکر
پھر ہوا دل اُنپہ شیدا پھر طبیعت آگئی　　پھر وہ حسن دلربا وہ روئے زیبا دیکھکر
پھر چڑھائی اُسنے ابرو پھر کیا زخمی مجھے　　پھر کیا خنجر رواں پھر ہاتھ مارا دیکھکر
پھر اُٹھا ابرِ سیاہ پھر جھوم کر آئی گھٹا　　زلف کو پھر اُسکے سر پر آج بکھرا دیکھکر
خار پھر دل میں چبھا پھر درد رہ رہ کے اُٹھا　　غیر کے پہلو میں پھر اس گل کو بیٹھا دیکھکر
پھر ہوئے مغرور پھر وہ حسن پر نازاں ہوئے　　پھر وہ آئینہ میں اپنا روئے زیبا دیکھکر
پھر ہوئی ترچھی نظر پھر تیر برسانے لگے　　پھر کیا چلنی جگر پھر دل کو چھیدا دیکھکر
بانکپن شوخی شرارت غمزہ و ناز و ادا　　کرتے ہیں عاشق کو بسمل جھپ اکیلا دیکھکر
عاقلانِ دہر سب حیرت کے پتلے بن گئے　　خالقِ اکبر کی قدرت کا تماشا دیکھکر

تنبیہ

کوئی صاحب بلا اجازت مصنف کتاب ہذا کے طبع کرانے کا
قصد نہ فرمائیں۔ ورنہ بجائے نفع کے نقصان اٹھائیں گے جس
کتاب پر دستخط مصنّف موصوف کے نہونگے وہ مال مسروقہ سمجھا جاویگا۔

المشتـــــــــــــــہر